قیامِ امن کیلئے عہدِ رسالت کے مثالی اقدامات

The Ideal Initiatives for Peacekeeping during the Period of the Prophethood

پروفیسر ڈاکٹر حافظ سعید احمد چنیوٹی *

ABSTRACT

A peaceful society is necessary for the development of any country and nation. Peace means rest of mind and satisfaction. Peace means to create such type of environment where each and every person can perform his or her daily functions of life without any fear and threat. To establish a peaceful society, two types of steps are required to be taken: Ideological Steps; Practical Steps

The sayings, the personal character and the practical steps of the Prophet of Peace (ﷺ) are a perfect picture of love and fraternity in society. The Prophet (ﷺ), through his teachings and actions, spread the sense of human rights and respect for the humanity. He taught to observe equality in law and justice. He united various nations through Mīthāq al-Madīnah. He signed contracts of peace with other nations, too. The Treaty of Ḥudaybiyah is a brilliant example of how to end war and terrorism and to initiate peace to the utmost possible extent.

In the end of this discourse, it has been proved with arguments and references from history that al-Jihād al-Islāmī was used as a last resort to eradicate mischief and persecution to create peace in the land.

Keywords: *Peaceful Society; Satisfaction; Fraternity; Teachings; Humanity*

---

* صدر شعبہ علوم عربیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوٹ ٹی۔ آئی کالج چناب نگر (چنیوٹ)

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین نبینا محمد وعلیٰ اٰله وصحبه أجمعین ۔ وبعد

یہ موضوع حساس بھی ہے، اہم بھی اور دور حاضر کی ضرورت بھی ہے۔ پیغمبر امن ﷺ کے فرمودات اورآپ کی ذات گرامی کا کردار امن وسلامتی کا پیغام اور محبت ومؤدت کی عملی تصویر ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کے تمام پہلو معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا دفاعی امن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

موجودہ پر فتن حالات میں اشد ضروری ہے کہ سادہ لوح عوام اور مغرب کے فریب خوردہ سکالرز کو حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرکے کتاب وسنت کی روشنی تاریخی شواہد اور واقعاتی دلائل وبراہین کے ساتھ واضح کیا جائے کہ اسلام ایک دین رحمت ہے۔ اور یہ ثابت کیا جائے کہ کائنات میں صرف ایک ہی شخصیت ہے جس کی فکر اور عمل امن وسلامتی کے حوالے سے مشعل راہ ہے اور وہ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ انہیں پیغمبر اسلام اور پیغمبر امن کہنے میں کوئی فرق نہیں۔ پیغمبر امن کی زندگی کا کوئی قول یا فعل ایسا نہیں جو امن وسلامتی کے منافی ہو۔ یہ چیلنج پیغمبر امن کی سیرت کے علاوہ کسی اور کے کردار سے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔

وہ شخصیت بلد امین میں جس کی ولادت ہوئی، امن کی گود میں پرورش پائی، حلم وبردباری کے شیر سے تربیت ہوئی، حدود حرم میں پھلا پھولا، متولی کعبہ کی سرپرستی میں زندگی گزاری، اس کا لقب پیغمبر امن نہ ہو تو اور کیا ہو۔

دوسری طرف دنیا میں امن کے کاغذی خاکے بنانے والے ، قوانین وآئین کے گھتیاں سلجھانے والے ، صلح وآشتی کی شرائط وحدود کا تعین کرنے والے دعوؤں اور نعروں سے لوگوں کے دل بہلانے والے، پرفریب وعدوں سے عوام کو پھنسانے والے، امن وسلامتی کے عملی میدان میں زیرو ہیں۔

امن وسلامتی کیلئے سیرت رسول ﷺ کے تطبیقی اور عملی مظاہر ملاحظہ فرمائیے۔

سیرت طیبہ کی تطبیقی تقسیم:

تاریخی اور زمانی اعتبار سے سیرت طیبہ کے دو بڑے عنوان ہیں۔

۱۔ سیرت قبل از نبوت ۔۔۔۔ ۲۔ سیرت بعد از نبوت

پھر سیرت نبوی کو دو ادوار مکی اور مدنی میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مؤلفین اور سیرت نگاروں نے کتب سیرت کے واقعات کو اسی ترتیب سے ذکر کیا ہے۔ لیکن کانفرنس کا عنوان، "امن عالم سیرت طیبہ کی روشنی میں "کا تعلق، معاشرت،، باہمی روابط، اور معاملات سے ہے۔ کہ پیغمبر امن نے اپنوں اور غیروں سے دوستوں اور دشمنوں سے، حامیوں اور مخالفین سے کیسا برتاؤ کیا؟ اور مخالفین کا پیغمبر اسلام سے رویہ کیسا تھا اور رد عمل کیا تھا؟

انسانی زندگی کے دو حالات ہیں:

۱) مجبور و مقہور، مظلوم اور مفتوح

۲) غالب و جابر، فاتح، ظالم

مجبور انسان مظلومیت کے عالم میں گندی زبان استعمال کرتا۔۔۔۔۔۔ ظالم کے خلاف بد دعائیں کرتا ہے، یا غالب ہو کر مفتوح کی عزت و ناموس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ مگر محمد عربی ﷺ کے اقدامات دونوں حالتوں میں اعتدال اور رحمت کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

مکی دور میں مظلومانہ زندگی بسر کی، طائف میں ستائے گئے، تشدد کیا گیا، زخمی اور خون آلود ہوئے، مگر زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: ((اللهم أهد قومي فإنهم لا يعلمون)) (اے اللہ! میری قوم میری قدر و منزلت سے ناواقف ہے ان کی راہنمائی فرما۔)

اسوہ نبوی کا مکمل نقشہ:

مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت و اختیار میں درگزر، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں، جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔

جنگ و صلح کی دو متضاد حالتیں:

جنگ و صلح کی متضاد حالتوں میں انسان کا نظام اخلاق دفعتہً بدل جاتا ہے۔ ایک شخص بذاتِ خود نہایت رحم دل ہے لیکن میدان جنگ میں جا کر نہایت بے رحم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص ذاتی معاملات میں نہایت حلیم الطبع ہے، لیکن کسی فوج میں شامل ہو کر سخت مشتعل اور مغلوب الغضب ہو جاتا ہے۔ ایک شخص امن و صلح کے زمانے میں نہایت صادق القول اور پابند عہد ہے لیکن زمانہ جنگ میں اتنا ہی خداع اور عہد شکن بن جاتا ہے۔ ایک جماعت، ایک قوم، ایک ملک، امن و سکون کے دور میں انسانیت کا بہتر سے

بہتر نمونہ ہوتا ہے۔ لیکن جنگی اغراض، طامعانہ اقدامات اور حربی مصالح کے عہد فساد میں آکر چار پایوں سے زیادہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہو جاتا ہے۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ (۱)

اسی بناء پر بعض حکماء کا قول ہے کہ: سیاست اپنے پہلو میں دل نہیں رکھتی۔ (۲)

مظلومانہ زندگی:

مکی زندگی کا ایک ایک واقعہ ظلم و تشدد کی بھیانک تصویر ہے۔ جسے پڑھ کر قاری کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۔ جنگ احد کے دوران زخمی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کیا اس سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا ہے؟ فرمایا: ہاں! طائف کا دن۔ (۳)

۲۔ عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مجھے بتائیے کہ مشرکین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شدید ترین کاروائی کون سی تھی؟ فرمانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبۃ بن معیط نے آپ کا گلا گھونٹ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دفاع کیا۔ (۴)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چشم دید واقعہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں سجدہ کی حالت میں تھے۔ مشرکین کی مجلس سے کسی نے کہا کہ کون اٹھے گا اور فلاں کے گھر ذبح شدہ اونٹ کی اوجری، گندگی سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ دے۔ چنانچہ ایک بدبخت نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ عین سجدہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر اوجھڑی رکھ دی گئی۔ اور مشرکین ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اور میں بے بسی کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔ (۵)

۴۔ عقبہ بن معیط سجدہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

۵۔ قریش کے اوباش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس اور سر پر مٹی پھینک دیتے۔

۶۔ اور کبھی کبھی یہ نوجوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گندگی پھینک دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی پر اسے اٹھا کر اسے باہر لاتے اور فرماتے: اے بنی عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے؟

۷۔ ایک مرتبہ امیّہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تھوک دیا"۔ (۶)

علاوہ ازیں سفر طائف کا ایک ایک لمحہ کرب والم تشدد اور درندگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مگر سرور کائنات ان تمام ظالمانہ کاروائیوں کے باوجود حکم الٰہی ﴿ فَٱصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُوْلُواْ ٱلۡعَزۡمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ ﴾[۷] پر شدت سے کاربند رہے۔ رد عمل میں نہ بد عا ہے نہ آہ وزاری، گالیاں ہیں نہ بد گوئی۔ بلکہ زبان رحمت سے یہ الفاظ نکلے "مجھے امید ہے کہ ان کی نسل سے توحید کے علمبر دار قوم تیار ہو گی"۔[۸]

فتح مکہ اور پیغمبر امن:

مکہ میں فاتح اور غالب ہو کر داخل ہوئے، ظلم و تشدد کرنے والے ہاتھ باندھے، نظریں جھکائے فیصلے کے منتظر ہیں، قتل یا قید۔

اس موقعہ پر حضور ﷺ نے قریش کو مخاطب کر کے پوچھا:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ ان الفاظ کے گونجتے ہی ظلم اور مکر، تشدد اور خونخواری کی وہ ساری گندی تاریخ قریش کی نگاہوں کے سامنے سے ایک فلم کی طرح گزر گئی ہو گی جسے انہوں نے بیس اکیس برس میں تیار کیا تھا، ان کے ضمیر پھٹ جانے کو ہیں، بے بسی اور تضرع کے عالم میں وہ لوگ پکار اٹھے : «أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ»[۹] جواباً آواز آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾[۱۰] «اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»[۱۱]

امن و سلامتی کے پیغام کے اس ایک جملہ نے آتش انتقام اگلتی زبانوں کو گنگ کر دیا اور خون آشام چمکتی تلواروں کو میانوں میں داخل اور جذبہ انتقام سے سموم لہراتے نیزوں کو سرنگوں کر دیا۔

فاتحانہ پالیسی کا اعلان:

« مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ،
وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ،
وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ»[۱۲]

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر جوش انتقام سے مغلوب پا کر یہ اعلان کیا «اليَوْمَ يَوْمُ المَلْحَمَةِ » آج جی بھر کر انتقام لینے اور خون بہانے کا وقت ہے۔

پیغمبر امن رؤف الرحیم اور انسانیت کے شفیق نے فرمایا: « اليَوْمَ يَوْمُ المَرحَمَةِ»

« اليَوْمَ تُسْتَحَلُّ الكَعْبَةُ» کے جواب میں فرمایا: « وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الكَعْبَةُ» "(۱۳)

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے کہا « الْيَوْمَ أَذَلَّ اللهُ قُرَيْشًا» آج قریش کی ذلت ہوگی۔ پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « الْيَوْمَ أَعَزَّ اللهُ فِيهِ قُرَيْشًا» آج قریش صاحب عزت ہوں گے۔ (۱۴)

ایک موقعہ پر بیت اللہ کے چابی بردار عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! ایک روز یہ چابی میرے قبضہ میں ہو گی۔ جسے چاہوں عطا کروں گا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جوابًا کہا! کہ وہ دن تو قریش کی ہلاکت وذلت کا ہو گا۔ فرمایا: بلکہ وہ تو ان کی ناموری اور عزت کا دن ہو گا۔ (۱۵)

کوئی اور ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔:

کوئی اور ہوتا تو آج اکڑ کر مکے میں داخل ہوا ہوتا، ایک ایک واقعہ کا انتقام لیتا، چن چن کر ان افراد کو تلوار کا لقمہ بناتا جنہوں نے ذرا بھی کوئی زیادتی کی ہوتی، مفتوح شہر میں قتل عام کرا دیتا، لوگوں کے مال اور عورتوں کی عصمتیں نیلام چڑھ گئی ہوتیں۔ لیکن فاتح چونکہ محسن انسانیت تھا انسانوں کو فتح کرنا چاہا اور جسموں پر قابو پانے سے بڑھ کر دلوں کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔ (۱۶)

فتح مکہ کے دن ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرنے آیا تو ہیبت نبوت سے اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا: «هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ» (۱۷) (سنبھل جاؤ میں کوئی بادشاہ نہیں! میں تو قریش کی ایک سادہ مزاج عورت کا بیٹا ہوں۔ جو دھوپ میں خشک کیے ہوئے قیمہ پر گزارا کر لیتی۔)

قیام امن کیلئے عملی تدابیر:

پیغمبر امن کا عظیم کارنامہ: اگر ہم پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بغور نظر ڈالیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یوں تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے بہت سے گوشے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اہم گوشہ بحیثیت داعی امن واخوت ہے۔ کیونکہ آپ کے اخلاق کریمانہ نے تائید غیبی کے ساتھ لوگوں کو محبت واخوت کی لڑی میں پرو دیا۔ جو معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار تھا اس کو توحید الٰہی کے رشتے میں ایک

دوسرے کے ساتھ منسلک کر دیا کہ جس کی مثال مواخات، بھائی چارے کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

تعمیر ملت کا سنگ بنیاد:

"دنیا میں کوئی کام انسانوں کیلئے اس سے زیادہ مشکل نہیں کہ بکھرے ہوئے انسانی دلوں کو ایک رشتہ الفت میں پرو دے، اور یہ کام تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، جب معاملہ ایسے انسانوں کا ہو۔ جو صدیوں سے باہمی جنگ وجدل کی آب وہوا میں پرورش پاتے رہے ہوں اور جن کے نفسیاتی سانچوں میں باہمی آمیزش وائتلاف کا کوئی ڈھنگ باقی نہ رہا ہو۔"[۱۸]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ﴾[۱۹]

(تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے۔ مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔)

مواخات:

مواخات پر عمل مکہ میں بھی ہوا اور مدینہ میں بھی، مواخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی، نصرت علی الحق اور مواسات مطلوب تھی اور مواخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا ملحوظ تھا۔ توسیع محبت اور استحکام انس ومؤدت اس کی بنیاد تھی۔

مواخات مکہ:

محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	حضرت زبیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ
حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ[۲۰]

مواخات مدینہ اور طریقہ مواخات:

ہجرت سے پانچ چھ ماہ کے بعد جن دنوں مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی، ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ اخوت و معاقدت سے قوی دل قوی بازو بنایا گیا۔

«ثم أخى رسول اللهﷺ بين المهاجر ين والأنصار فى دار أنس ابن مالک، وكانوا تسعين رجلاً: نصفهم من المهاجرين ونصفهم من الأنصار آخى بينهم على المواساة ويتوارثون بعد الموت دون ذوى الأرحام»

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا۔ وہ تقریبا ۹۰ افراد تھے۔ نصف مہاجرین اور نصف انصار اور یہ رشتہ ہمدردی اور غمخواری کے بنیاد پر قائم ہوا۔ اس کے نتیجہ میں وہ خونی رشتہ داروں کو چھوڑ کر باہمی ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ [۲۱]

مواخات کا اثر:

مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کیلئے قائم کیا گیا، کہ بے خانماں مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہو جائے، لیکن در حقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان تھا۔

اس بنا پر جن لوگوں میں رشتہ اخوت قائم گیا، ان میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ استاد اور شاگرد میں وہ اتحاد مذاق موجود ہو، جو تربیت پذیری کیلئے ضروری ہے تفحص اور استقصاء سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جس کا بھائی بنایا گیا۔ دونوں میں یہ اتحاد مذاق ملحوظ رکھا گیا اور جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ اتنی کم مدت میں سینکڑوں اشخاص کی طبیعت اور مذاق کا صحیح اور پورا اندازہ کرنا قریباً ناممکن ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ شان نبوت (داعی امن و محبت) کی خصوصیات میں سے ہے۔ [۲۲]

سرور عالم ﷺ نے عقیدے، نظریے اور مقصد کی صحیح معنوں میں ایک نئی برادری پیدا کر دکھائی اور ایک ایک انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایک مہاجر رضی اللہ عنہ کا برادرانہ رشتہ قائم کر دیا۔

انصار رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مال، مساکن، باغات اور کھیت آدھے آدھے بانٹ کر رفقائے اسلام کو دے رہے تھے بلکہ بعض تو یہاں تک تیار ہو گئے کہ دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے دینی بھائی کے نکاح میں دے دیں۔ دوسری طرف مہاجرین رضی اللہ عنہم کی خودداری کا عالم یہ تھا کہ وہ کہتے تھے، "دُلّنی علی السّوق" (ہمیں بازار کا راستہ دکھادو) [۲۳]

حصول امن کیلئے حقوق انسانی کا احترام اور سیرت طیبہ:

اسلام نے جس قدر احترام انسانیت کو بلند کیا ہے اس کی کوئی مثال کسی مذہب میں نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو علمی اور عملی راستہ دنیا کو دکھایا اور ورثہ میں دیا اس میں انسانی ہمدردی اور امن وسلامتی ہی قدر مشترک ہے، جسے دوسرے الفاظ میں ہم یوں تعبیر کرسکتے ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ رسول ﷺ نے جس قدر حقوق العباد پر تاکید فرماتی ہے، وہ صرف اور صرف اس باہمی محبت اور امن وسلامتی کی خاطر ہے، بغض ونفرت کے جذبات اس وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ احساس محرومی پیدا ہوتا ہے اور حق تلفی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے حقوق کا تحفظ کرنے اور ان کے حصول کی طرح دوسرے کا بھی حق سمجھے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرتی امن وسکون میسر نہ آسکے اور منافرت ودھشت کا راستہ نہ رک سکے۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے پوری انسانیت کو یہ احساس دلایا، آپ نے باب بیت اللہ کے دونوں بازو پکڑ کر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا: اس میں قریش کو مخاطب کرتے ہوئے انسانی مساوات کے خلاف ان کے وضع کردہ قوانین اور طبقاتی ونسبی امتیازات کے خاتمے کا تاریخ ساز اعلان فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ»[۲۴]

اے قریش:! جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا، تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے، تاکہ انسان کے دل ودماغ ہیں یہ حقیقت موجود رہے کہ جس دھرتی پر وہ چلتا ہے، یہی دھرتی سب کی مشترکہ مادہ تخلیق ہے جس طرح اس سے پیدا کیے جائے اور پھر اس میں لوٹانے جانے ہیں سب برابر ہیں، اس طرح اس پر رہنے کا سب کو یکساں حق ہے۔

حقوق انسانی اور احترام آدمیت کو جو سبق پیغمبر رحمت ﷺ نے دیا، اس پیغام امن میں اپنے اور بیگانے کا کوئی امتیاز نہیں وہاں اولیت انسانی قدر مشترک کو ہے۔ ایک مرتبہ کسی یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا، پیغمبر رحمت ﷺ فرماتے ہیں: «أَلَيسَتْ نَفْسًا» کیا وہ انسان نہیں؟[۲۵]

آزادی:

اسلام کا ایک بنیادی نظریہ ہے کہ خدا نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے۔ لیکن اس نے یا خود ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہن لیں یا ظالمانہ روایات اور جابر انسانوں نے اپنے ہم جنسوں کو پابہ زنجیر کر دیا۔ کسی انقلاب کو حقیقی مصلحانہ انقلاب نہیں کہہ سکتے جب تک اس انقلاب سے انسان کا قدم غلامی سے آزادی کی طرف نہ بڑھے۔

انسان کی یہی حقیقت اس مصرع میں بیان کی ہے کہ:

خلق را از انبیاء آزادی است

پیغمبر امن ﷺ جب مبعوث ہوئے اس وقت تمام دنیا کے انسان گوناگوں غلامیوں میں جکڑے ہوئے تھے، ظالم حکمرانوں نے رعایا کو غلام بنا رکھا تھا، مذہبی پیشواؤں احبار ورھبان نے لوگوں کے دل و دماغ کو توہمات کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اور فطرت کے گلے میں بھاری طوق ڈال رکھے تھے۔ پیغمبر ﷺ نے وہ سارے بوجھ اتار دیئے اور وہ تمام بندشیں توڑ کر زندگی کو آزاد کر دیا۔

قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس کی تصویر کشی کی:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (۲۶)

(اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں جکڑے ہوئے تھے۔)

پیغمبر امن ﷺ نے انسانی وجود کو آزادی کے ساتھ اس کے ضمیر کی آزادی کا علم بھی بلند کیا اور اسے آزادی اظہار کسی کے شخص کے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے پر کوئی نہیں۔ وہ کم از کم انسانی حدود میں رہ کر جس طرح چاہے اظہار خیال کرے اور جس خیال کو چاہے اپنائے۔ حتّٰی کہ فرمایا: ﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَيِّ﴾ (۲۷) (دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو گی۔)

عدل و مساوات برائے حصول امن:

مساوات کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں، جو کسی دوسرے شخص کو اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔

کسی شخص کو محض نسلی، علاقائی اور لسانی اور خاندانی بنیاد پر برتری کا حق نہ ہو، قانون کی نظر میں تمام پر برابر ہوں، قانون کا اگر منصفانہ اور غیر جانبدار نفاذ نہ ہو تو وہ اپنی روح تخلیق سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر وہی قانون امن و سلامتی کا ذریعہ بننے کی بجائے تخریب و فساد دہشت گردی اور بد امنی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے عدل اجتماعی اور مساوات کو معاشرتی استحکام کیلئے از بس ضروری قرار دیا ہے تا کہ انسانی امن و سلامتی کے خلاف ابھرنے والے جذبات کو فتنہ سامانی اور فساد خیزی کا موقعہ نہ مل سکے۔

اس سلسلہ میں یہ حکم کس قدر واضح ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ﴾ (۲۸)

(اور تمہیں کسی قوم سے دشمنی عدل کرنے سے ہر گز نہ روکے، عدل و انصاف کرو یہی بات قرین تقویٰ ہے۔)

قانونی مساوات اور معاشرتی امن:

پیغمبر اسلام نے اگر اپنے پیغام امن و سلامتی کو انسانی معاشرہ میں ایک محسوس حقیقت کے طور پر منوایا تو اس میں اس عادلانہ و منصفانہ نفاذ قانون کے اجراء کا بہت بڑا عمل دخل تھا۔ ایک دفعہ قریش کے ایک معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»(۲۹) (اللہ کی قسم بالفرض اگر فاطمۃ محمد ﷺ کی لخت جگر بھی چوری کرے تو اللہ کا رسول ﷺ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دے گا)۔

مشاورت و مشارکت:

کسی بھی منزل و مدینہ کے افراد جب احساس محرومی پائیں گے تو منفی جذبات کو انگیخت ملے گی۔ خانگی و ملکی سیاست میں کامیاب ریاست کا خواب تب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے جب وہاں کے متعلقہ افراد کو اعتماد میں لیتے ہوئے مشاورت و شراکت کا عمل اپنایا جائے۔ اگر جبر و اکراہ اور ڈکٹیٹر شپ ہو گی تو کسی بھی وقت تخریب کاری اور دہشت گردی کا لاوا پھوٹ سکتا ہے۔ جبکہ مشارکت و شراکت کا عمل ہر لمحہ ہر فرد کو بذات خود ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور یہی احساس ہر قسم کے منفرد جذبات کو روکنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، چنانچہ انسانی معاشرہ میں امن و سلامتی اور استحکام کی خاطر اس پہلو میں مشاورت کا جو قدم اٹھایا

ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو پابند کیا جارہا ہے۔[۳۰]

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ ﴾[۳۱]

(اور ان سے معاملات میں مشورہ کیجئے۔)

جبکہ عام مسلمان سوسائٹی کی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے:

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾[۳۲]

(معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔)

اسلام جس معاشرہ کو جسد واحد دیکھنا چاہتا ہے، وہ اس عمل مشاورت وشراکت ہی کی برکت سے ممکن ہے۔

امام قرطبی اپنی تفسیر میں مشاورت کا فائدہ نقل کرتے ہیں:

« فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْطَفُ لَهُمْ عَلَيْهِ وَأَذْهَبُ لِأَضْغَانِهِمْ، وَأَطْيَبُ لِنُفُوسِهِمْ. فَإِذَا شَاوَرَهُمْ عَرَفُوا إِكْرَامَهُ لَهُمْ »[۳۳]

"اپنے ساتھیوں سے مشاورت ان سے نرمی ومحبت کا مظہر ہے اور ان کے دلوں میں چھپی نفرت کو ختم کرنے کا سبب، نیز ان کیلئے اطمینان کا ذریعہ ہے اور جب ان سے مشورہ ہو گا تو وہ سمجھیں گے ان کی عزت واحترام ہوا ہے۔"

مختلف قبائل واقوام سے معاہدات امن

معاہدہ حدیبیہ اور امن وسلامتی: یہ معاہدہ پیغمبر امن ﷺ، ان کے ساتھیوں اور کفار مکہ کے درمیان ۶/ ہجری میں طے پایا۔ جس میں کفار نے مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی اور آزاد حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ جو کام کئی جنگوں سے نہیں ہو سکا وہ صلح کے ذریعے منوایا گیا۔

"حضور ﷺ کی اسلامی تحریک کی تاریخ میں معاہدہ حدیبیہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کے نتیجے میں حالات کے دھارے نے ایک اہم ترین موڑ موڑا اور تحریک حق ایک ہی جست لگا کر اپنی توسیع کے عوامی دور میں داخل ہو گئی۔ محسن انسانیت کی سیاسی بصیرت کی انتہائی معراج کمال اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ درجہ اوّل کے معاند اور برسر جنگ

طاقت کو حضور نے کس آسانی سے مصالحت پر تیار کر لیا اور اس کے ہاتھ کئے برس کیلئے باندھ دیے"۔ (۳۴)

فتح مبین جنگ یا صلح: قرآن مجید نے جنگ کو "فتح مبین" نہیں کہا بلکہ صلح کے معاہدہ کو کہا ہے۔ اسلام نے اپنی تعلیمات میں ایک عام تصور دیا ہے کہ ہر معاملہ میں جنگ و جدال کی بجائے صلح بہتر ہے۔

﴿وَٱلصُّلۡحُ خَيۡرٌ﴾ (۳۵)

(اور صلح ہی بہتر ہے۔)

دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے:

﴿وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلۡمِ فَٱجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ﴾ (۳۶)

(اور اگر وہ صلح کیلئے مائل ہوں تو تم بھی صلح کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اور تم اللہ پر بھروسہ کرو بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔)

آنحضرت ﷺ کی سیرت بتاتی ہے کہ کفار میں سے جو بھی آپ سے صلح کرتا، تو آپ ﷺ اس سے لڑائی نہیں کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک سے یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔

تقریباً یہی بات علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے:

« وَمَنْ تَأَمَّلَ سِيرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ لَمْ يُكْرِهْ أَحَدًا عَلَى دِينِهِ قَطُّ، وَأَنَّهُ إِنَّمَا قَاتَلَ مَنْ قَاتَلَهُ وَأَمَّا مَنْ هَادَنَهُ فَلَمْ يُقَاتِلْهُ مَا دَامَ مُقِيمًا عَلَى هُدْنَتِهِ، لَمْ يَنْقُضْ عَهْدَهُ» (۳۷)

جو شخص بھی آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں غور کرے گا اس پر واضح ہو گا کہ آپ ﷺ نے اس سے جنگ کی جس نے خود آپ ﷺ سے جنگ کی ورنہ جس نے صلح کی اس سے آپ ﷺ نے جنگ نہیں کی۔

ہندو ادیب اور سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد صلح حدیبیہ پر "فتح مبین" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"اس کی (صلح حدیبیہ) ذلت آمیز شرائط ہی میں ملک و ملت کے لیے امن وامان اور انسانی فلاح و بہبود کا راز مضمر تھا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات سے قطع نظر اس وقت بھی

اگر بنظر عمیق دیکھا جاتا تو یہ صلح جسے عام مسلمان اپنی "شکست فاش" قرار دے رہے تھے ،انہیں فتح مبین ہی نظر آتی۔

اسلام کی جنگ وجدال، صلح وآشتی اور امن وامان کے لیے مخصوص تھی، پھر جب ان شرائط پر بغیر تلوار کو میان سے نکالنے کے خونریزی کا سدباب ہوگیا تو یہ اسلام کی فتح ہوئی یا شکست؟ اسلام کی سب سے بڑی ظفرمندی یہ نہیں کہ وہ ملک کو شعلہ زار جنگ وجدل بنادے بلکہ اس کی سب سے بڑی ظفرمندی شعلہ زار جنگ وجدال کو فردوس زار امن ورافت میں تبدیل کرنا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت محمد ﷺ کی بلند نظری نے دیکھ لیا تھا اور ان شرائط پر جنہیں عربوں کی اقتدار پسند طبیعت ذلت آمیز قرار دے رہی تھی ، صلح وآشتی کا معاہدہ مترتب کرکے ملک کو جنگ کی شعلہ ریزیوں اور خونچکانیوں سے ایمن کردیا تھا۔ اگر حضور انور ﷺ ذراسی اقتدار پسندی کے جذبے سے بھی کام لیتے تو ہزاروں سر تن سے جدا ہوجاتے، سینکڑوں عورتیں بیوہ اور سینکڑوں بچے یتیم ہوجاتے ۔ مگر آپ ﷺ نے انتہائی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے متبعین مخلصین کی کثرت رائے کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے بغیر تیر و تلوار کے وہ حیرت انگیز کار نمایاں کردکھایا جسے جنگجویانِ اسلام تیر و تلوار کی قوت سے بھی سرانجام نہ دے سکتے اور ساتھ ساتھ یہ "ذلت آمیز شرط" بھی کہ اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ سے مکہ آجائے تو قریش اسے مسلمانوں کو واپس نہ دیں گے لیکن اگر قریش کا کوئی آدمی مدینہ آجائے تو مسلمانوں کو واپس دینا ہوگا، زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ خود قریش اس کے منسوخ کردینے پر مجبور ہوئے۔"[۳۸]

جنگ سے قبل معاہدہ امن: رسول اللہ ﷺ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز جنگ کی بجائے معاہدہ امن سے کیا۔ نبی مکرم علیہ السلام کی زندگی دو ادوار میں منقسم ہے۔ مکی دور صبر و تحمل برداشت اور عفو درگزری کی اعلیٰ مثال ہے۔ اور مدنی دور نوع انسانیت کے ساتھ رواداری، اتحاد واتفاق، ترک انتقام، صلح و آتشی اور امن وسلامتی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

یہود کے ساتھ معاہدہ: نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد جن مسلمانوں کے درمیان، عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کرلیں۔ تو غیر مسلموں کے ساتھ

اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی ۔ آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت ، امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو، اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گردوپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلوّپسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا ۔

مدینے کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہود تھے ۔ یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا، جس میں انہیں دین ومذہب اور جان ومال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی، ضبطگیٔ جائداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں گیا تھا۔[۳۹]

سوامی لکشمن پرشاد اس معاہدہ پر خراج تحسین ان الفاظ میں دیتے ہیں:

> اس معاہدہ کی تمام شرائط سے آفتاب درخشاں کی طرح یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ باشندگان مدینہ نے حضور انور کی غیر معمولی عظمت ووقعت کو قطعی طور پر محسوس کرلیا تھااور اس تھوڑے وقت میں بھی ان پر اس حقیقت کا اذعان ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ کے پہلو میں ایک صلح کل انصاف پسند، اور بے غرض دل موجود ہے۔
>
> انصاف پسندی کا تقاضا حضرت محمد ﷺ کی دور اندیشی، بلند نظری اور عالی دماغ کی بے اختیار داد دینے پر مجبور کرتا ہے جب ہم حالات کی نزاکت کو محسوس کرنے کے بعد ان شرائط پر ایک نظر ڈالتے ہیں اس موقعہ کے مطابق ان شرائط کی اہمیت کس قدر وقیع ہے۔ یہ کسی معمولی دماغ کا نتیجہ نہیں ہیں۔[۴۰]

امن وسلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لئے نبی ﷺ نے آئندہ دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اس طرح کے معاہدے کیے۔

قبیلہ جہینہ سے معاہدہ امن: امن وامان اور سکون وسلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لئے پیغمبر امن ﷺ نے دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معائدے کیے۔ ان میں سے ایک معاہدہ قبیلہ جہینہ کے ساتھ کیا۔ ان کی آبادی مدینہ سے تین مرحلے (۴۵یا۵۰ میل کے فاصلے) پر واقع تھی۔[۴۱]

بنوضمرہ سے معاہدہ امن: پیغمبر امن ﷺ نے ایک معاہدہ امن غزوہ ابواء (ودّان) صفر ۲ھ میں طے کیا۔ اس مہم میں آپ ﷺ ستر مہاجرین کے ہمراہ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے تھے۔اس غزوے میں آپ ﷺ نے بنوضمرہ کے سردار مخشی ضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔[۴۲]

معاہدے کی عبارت یہ تھی:

"یہ بنوضمرہ کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی تحریر ہے۔ یہ لوگ اپنی جان اور مال کے بارے میں مامون رہیں گے اور جو ان پر یورش کرے گا، اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی، اِلاّ یہ کہ یہ خود اللہ کے دین کے خلاف جنگ کریں۔(یہ معاہدہ اس وقت تک کے لیے ہے) جب تک سمندر ان کو تر کرے (یعنی ہمیشہ کے لیے ہے) اور جب نبی ﷺ اپنی مدد کے لیے انھیں آواز دیں گے تو انھیں آنا ہو گا۔"[۴۳]

بنومدلج سے معاہدہ امن: ایک معاہدہ پیغمبر امن ﷺ نے غزوہ ذی العشیرۃ جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخرہ ۲ھ میں بنو مدلج اور ان کے حلیف بنوضمرہ سے کیا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ یا دوسو مہاجرین تھے۔[۴۴]

ان معاہدات سے آپ ﷺ کی امن پسندی اور صلح جوئی کی پالیسی واضح ہو رہی ہے۔

جہاد برائے امن:

"دارو سکندر سے لے کر ترقی یافتہ یورپ کے مہذب جرنیلوں تک کی روایت یہی ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرتی ہے۔ شہریوں اور بستیوں کو تاراج کرتی ہے، سرسبز و شاداب کھیتوں اور باغات کو برباد کرتی ہے، گھروں اور عمارتوں کو نذرِ آتش کرتی ہے، لیکن پیغمبر اسلام نے اس خونی روایت سے ہٹ کر ایک عظیم انقلابی اور اِصلاحی روایت کی طرح ڈالی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا مشن لوگوں کی جانیں لینا نہیں، جانیں بچانا تھا، زمین کے خطوں کو فتح کرنا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنا تھا، انسانوں کو ذلیل اور رسوا کرنا نہیں بلکہ عزو شرف عطا کرنا تھا۔ شہروں اور بستیوں کو ویران کرنا نہیں بلکہ آباد کرنا تھا۔ درندگی، دہشت گردی اور فساد فی الارض برپا کرنا نہیں بلکہ درندگی، دہشت گردی اور فساد فی الارض کا قلع قمع کرنا تھا۔ ہر وہ شخص جو ضمیر کی آواز رکھتا ہے، جس کا دل اور دماغ تعصب سے اندھا نہیں ہوا،

وہ پیغمبر اسلام کی قائم کی ہوئی اس عظیم انقلابی اور اصلاحی روایت میں پیغمبر اسلام کے مقدس مشن کو بڑی آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔"(۴۵)

مقاصد جہاد:

جہاد برائے دفاع: انسان کے تمدنی حقوق میں یہ شامل ہے کہ اسے زندہ رہنے کا حق دیا جائے، انسان کی عزت، مال و جان، اہل و عیال اور گھر کا تحفظ ہو۔ اگر انسان کی جان کی قیمت نہ ہو، اس کا کوئی احترام نہ ہو، اس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ ہو تو چار آدمی کیسے مل کر رہ سکتے ہیں، ان میں باہم معاملات کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسلام چونکہ انسانی حقوق کے تحفظ و دفاع کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس لئے اس نے ان حقوق کے تحفظ کی خاطر دفاعی جنگ کو ضروری نہیں بلکہ فرض قرار دیا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوٓاْۚ ﴾(۴۶)

(اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو۔)

اگر کوئی شخص ان حقوق کا دفاع کرتے ہو امارا جائے تو وہ شہید کہلائے گا:

«مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ»(۴۷)

جہاد برائے خاتمہ فتنہ وفساد: قرآن مجید نے فتنہ وفساد کے خاتمہ کیلئے جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَقَٰتِلُوهُمۡ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتۡنَةٞ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِۖ ﴾(۴۸)

(تم ان سے لڑتے رہو جہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کیلئے ہو جائے۔)

فتنے سے مراد ہو وہ قوت اور جبر ہے جو اشاعت اسلام کی راہ میں آڑے آئے اور معاشرہ کی بھلائے اور اصلاح کا فریضہ سر انجام دینے والوں کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ اور کوئی انسانی گروہ زبردستی اپنا فکری استبداد دوسروں پر مسلط کر کے اور لوگوں کو قبول حق سے بجبر روکے اور اصلاح و تغیر کی جائز و معقول کوششوں کا مقابلہ دلائل سے کرنے کے بجائے حیوانی طاقت سے کرنے لگے تو وہ قتل بہ نسبت زیادہ سخت برائی کا ارتکاب کا کرتا ہے اور ایسے گروہ کو بزور شمشیر ہٹا دینا بالکل جائز ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَٱلۡفِتۡنَةُ أَكۡبَرُ مِنَ ٱلۡقَتۡلِ ﴾ (۴۹)

مظلوموں کی فریاد رسی: اگر دنیا کے کسی خطہ میں رہائش پذیر مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو ان کی داد رسی کیلئے انہیں ظلم سے نجات دلانے کیلئے جہاد کرنا فرض ہے۔ بلکہ اس میں کوتاہی موجب عتاب ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلۡمُسۡتَضۡعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلۡوِلۡدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخۡرِجۡنَا مِنۡ هَٰذِهِ ٱلۡقَرۡيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهۡلُهَا وَٱجۡعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّٗا وَٱجۡعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴾ (۵۰)

یعنی جب مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو وہ دنیا کے کسی بھی حصّہ میں بستے ہوں ان کو ظلم و ستم سے نجات دلانے کیلئے تمام مسلمانوں کو جہاد کیلئے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَإِنِ ٱسۡتَنصَرُوكُمۡ فِي ٱلدِّينِ فَعَلَيۡكُمُ ٱلنَّصۡرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوۡمِۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُم مِّيثَٰقٞۗ ﴾ (۵۱)

(اگر تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگے تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔ مگر اس قوم کے خلاف کہ تمھارے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔)

ظلم کا بدلہ لینے کے لئے جہاد: اپنے آپ پر ہونے والے ظلم کو روکنا دین اسلام کی تعلیم کا حصہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمۡ ظُلِمُواْۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيرٌ ﴾ (۵۲)

(قتال کی اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جارہی ہے کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔)

قرآن مجید کی یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کی جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ اجازت دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان فرمادی ہے کہ چونکہ مسلمانوں پر مسلسل تیرہ

سال تک بے پناہ ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ لہذا اب انہیں اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی ظلم کرنے والوں کے خلاف جنگ کریں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ﴾[۵۳]

(اور ان کو قتل کرو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ ہو اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کیا جا رہا ہو ان کے گھر بار چھینے جا رہے ہو، ان کو ان کی جائیدادوں سے بے دخل کیا جا رہا ہو، انہیں قتل کیا جا رہا ہو، تو ایسے ظالموں، قاتلوں اور مفسدوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیے۔ اور اگر کفار مسلمانوں کو ان کی سرزمین سے نکال دیں یا ان سے اقتدار چھین لیں تو مسلمانوں کو بھی طاقت حاصل ہونے پر کفار کو وہاں سے نکال دینا چاہیے اور ان سے اقتدار واپس لینا چاہیے۔

انسانی خدائی کے خاتمہ کے لئے جہاد: دین اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید ہے، جس کے مطابق اس دنیا کا خالق، مالک، رازق، معبود، آقا اور شہنشاہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ باقی ساری مخلوق اس کے عاجز بندے اور دست بستہ غلام ہیں جو اس کے آگے جوابدہ ہیں۔ لہذا کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود بندوں کا رازق بن کر ان کو ذلیل و رسوا کرنے لگے۔ کسی طاقتور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود بندوں کا مالک بن جائے اور ان کی عزتوں سے کھیلنے لگے۔ کسی حاکم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں کا شہنشاہ بن جائے اور رعایا کے حقوق پامال کرنے لگے۔

حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایرانی سپہ سالار رستم کو مقصد جہاد بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

«اللَّهُ ابْتَعَثْنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ»[۵۴]

ہم اس لیے جہاد کرتے ہیں تاکہ ہم اللہ کے بندوں میں جسے اللہ چاہے بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی کی طرف لے آئیں۔

بنیادی طور پر دین اسلام، امن و سلامتی، عدل و انصاف اخوت کا مذہب ہے اور ظلم و زیادتی، جبر و تشدد، بدامنی و دہشت گردی، خون ریزی اور غارت گری کا شدید دشمن ہے۔ جس کے ذریعے انسان کو

پنجہ استبداد میں کسا جاتا ہے۔ لہذا دین اسلام ظالموں اور جابروں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے تا کہ ان کے ظلم و تشدد اور جبر و استبداد کا خاتمہ ہو۔

اسی طرح قانون اور شریعت بنانے کا حق رب السمٰوٰت والارض کے پاس ہے جو لوگ اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے شریعت کے احکامات امر و نہی اور حلت و حرمت اپنی مرضی سے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ رب العالمین کے اقتدار و حاکمیت کو چیلنج کرتے ہیں۔

اور جن لوگوں نے ان کے اس منصب کو تسلیم کر لیا ہے ان کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ اتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ﴾(۵۵)

(انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب مان لیا ہے۔)

اس لئے اللہ کی حاکمیت منوانے کیلئے، ظلم روکنے کیلئے، مظلوموں کی فریاد رسی کے لئے اور اپنے دفاع کے لئے جو جنگ لڑی جائے وہ اسلامی جہاد ہے۔ ان مقاصد سے کائنات امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ انسانیت کو جس بد امنی، دہشت گردی، وحشت اور درندگی کا چیلنج درپیش ہے، اس کے علاج کے لے لے تعصب سے بالاتر ہو کر پیغمبر امن ﷺ کی سیرت طیبہ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات امن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مشہور مغربی مفکر کیرن آرمسٹرانگ لکھتی ہیں:

"اکیسویں صدی کی مختصر تاریخ دکھاتی ہے کہ فریقین میں سے کسی نے بھی یہ سبق نہیں سیکھے۔ اگر ہمیں تباہی سے بچنا ہے تو مسلمانوں اور مغربی دنیاؤں کو نہ صرف ایک دوسر ے کو برداشت کرنا بلکہ ایک دوسرے کی قدر افزائی کرنا بھی سیکھنا ہو گا۔
آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک اچھا نقطہ آغاز ہے آپ ﷺ نے محض آئیڈیالوجی کی بنیاپر زمرہ بندی کی مدافعت کی آپ نے کبھی کبھی ایسے کام بھی کیے جنہیں قبول کرنا ہمارے لیے مشکل یا ناممکن ہوا۔ لیکن آپ عمیق جینیئس حامل تھے اور آپ نے ایک ایسے مذہب اور ثقافتی روایت کی بنیاد رکھی جس کی قوت تلوار نہیں بلکہ اسلام کا لفظ تھا"۔(۵۶)

کاغذی خاکوں اور پر فریب نعروں سے امن قائم نہیں ہو سکتا۔
کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں

شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں

ماحول کے تپتے صحرا سے حالات کی اجڑی شاخوں سے

یہ اہل جنوں، پھولوں سے بھرے دامن کی توقع رکھتے ہیں

حواشی وحوالہ جات

۱) سورۃ التین: /۵

۲) آزاد، احمد، ابوالکلام، رسول رحمت، ص۲۳۶، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۰ رسول رحمت: ص۴۷۱

۳) الصحیح لمسلم، کتاب الجهاد، باب مالقی النبیﷺ من أذی المشرکین والمنافقین، رقم:۴۶۵۳

۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب مناقب الانصار ، باب مالقی النبیﷺ وأصحا به من المشرکین لمکة، رقم۳۸۵۶

۵) الصحیح لمسلم، کتاب الجهاد ، باب اشتداد غضب الله، رقم ۴۶۴۹

۶) الامام، عبداللہ بن شیخ عبدالوہاب، مختصر سیرت الرسول، ص۱۱۳، مکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۷۹-۱۳۹۹

۷) سورۃ الاحقاف:۳۵

۸) الصحیح لمسلم، کتاب الجهاد ، باب مالقی النبی ﷺ ۴۶۵۳

۹) أبو بکر البیہقی ، السنن الکبری، المحقق: محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیة، بیروت-لبنات الطبعة: الثالثة، ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳، ص: ۹/۱۹۹

۱۰) سورۃ یوسف:۱۲

۱۱) البغوي أبو محمد الحسین بن مسعود معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، المحقق: عبدالرزاق المهدی دار إحیاء التراث العربي الطبعة: الأولی، ۱۴۲۰ھ بیروت ۹/۱۹۹ (مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص ۶۵۳:

۱۲) بغوی، معالم التنزیل، ص،۵/۳۲۱, مختصر سیرت الرسول: ص۳۳۸

۱۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی ، باب أین رکز النبی لرأیة یوم الفتح

۱۴) مختصر سیرت الرسول: ص۳۳۹

۱۵) مختصر سیرت الرسول: ص۳۳۹؛ أبوبکر بن أبی شیبة، عبد الله بن محمد بن المحقق: کمال یوسف الحوت المصنف في الأحادیث والآثار مکتبة الرشد الطبعة الأولی، ۱۴۰۹ الریاض ص: ۷/۴۰۰

۱۶) محسن انسانیت ۴۴۲

۱۷) ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمة، باب القدید، رقم ۳۳۱۲، دارالسلام، ریاض

۱۸) رسول رحمت، ص:۲۳۶

۱۹) سورۃ الانفال:۶۳
۲۰) منصور پوری، محمد سلیمان، سلمان، رحمۃ للعالمین، ص۳۳۹/۳، مکتبہ اسلامیہ، لاہور،
۲۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الانصار ، باب کیف آخی النبی ﷺ ،، رقم ۳۹۳۷ دار لسلام للنشر والتوزیع، ریاض، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۷-۱۴۱۷
۲۲) شبلی، نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ ، ص:۱۸۱/ ۱ الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۱
۲۳) الامام، عبد اللہ بن شیخ عبد الوہاب، مختصر سیرت الرسول، ص:۱۷۸، مکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۷۹-۱۳۹۹ئ
۲۴) سنن ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، کتاب الدیات ، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد، رقم الحدیث ۴۵۴۷، دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۷-۱۴۱۷ھ۔
۲۵) مسلم، مسلم بن الحجاج م القشیری، الصحیح، ۲۰۱۴، رقم ۹۶۱
۲۶) سورۃ الاعراف:۱۵۷
۲۷) سورۃ البقرۃ:۲۵۶
۲۸) سورۃ المائدۃ:۸۰
۲۹) صحیح البخاری، کتاب الحدود ، باب کراهیۃ الشفاعۃ فی الحدّ
۳۰) برق توحیدی، اسلام اور دہشت گردی، ص۷۵، بیت التوحید، دارالسلام، ٹوبہ
۳۱) سورۃ آل عمران:۱۵۹
۳۲) سورۃ الشوریٰ:۳۱
۳۳) قرطبی، محمد بن احمد، الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، انتشارات ناصر خسرو، طہران، ۱۳۶۴ھ ۵۰/۴
۳۴) سوامی، لکشمن پرشاد، عرب کا چاند، ص۵۰۷، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور
۳۵) سورۃ النساء:۱۳۸
۳۶) سورۃ الانفال:۶۱
۳۷) ہدایۃ الحیاریٰ، ص۱۱۲
۳۸) عرب کا چاند، سوامی لکشمن پرشاد، ص:۳۷۷،۳۷۸
۳۹) الرحیق المختوم:ص۳۱۸
۴۰) عرب کا چاند:ص۲۲۰
۴۱) الرحیق المختوم، ص:۲۶۹

۴۲) مختصر سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، ص:۳۲۸،۳۲۷
۴۳) الرحیق المختوم،ص:۲۷۱
۴۴) الرحیق المختوم،ص: ۲۷۲
۴۵) ماہنامہ محدث لاہور، جلد نمبر ۳۳، شمارہ نمبر ۳، مارچ ۲۰۰۱ء
۴۶) سورۃ البقرۃ:۹۰
۴۷) جامع الترمذی،کتاب الدیات، باب ماجاء فیمن قتل دون ماله فهو شهید
۴۸) سورۃ البقرۃ:۱۹۳
۴۹) سورۃ البقرۃ:۲۱۷
۵۰) سورۃ النساء:۷۵
۵۱) سورۃ الانفال:۷۲
۵۲) سورۃ الحج:۳۹
۵۳) سورۃ البقرۃ:۱۹۱
۵۴) البدایۃ والنھایۃ:۷/۴۰
۵۵) سورۃ توبہ:۳۱
۵۶) پیغمبر امن:۱۵۸

****